سلیم سہیل

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو

ایف جی قائد اعظم ڈگری کالج، چکلالہ سکیم-III، راولپنڈی

سہیل احمد خان کی داستان شناسی

(داستانی Ōداور ہمارا تہذR حافظہ)

This article has been divided into two parts. The first part deals with general discussion of Dastan. The second part takes a holistic look at the work of Suhail Ahmad Khan,one of most authentic critics of this genre. The word 'dastan' is Persian and can be translated as "tale" or "story". There are long as well as short dastans in Persian. In India the genre was not only adopted but also transformed. For the richness of imagination, the diversity of adventures and the interlocking of the real world and imaginary realms, the best examples of Urdu dastans can be rated as unique. Some of these dastans are short, from 150 to 200 pages, but in a few cases can be as long as thousands of pages. In fact, "Dastan-e-Amir Hamza", a very comprehensive example of the genre, consisting of interconnected tales, is spread over 47 volumes in its published form on nearly 45,000 pages. Many equally long dastans exist only in manuscript form and have never been printed. The nearest equivalents to Urdu dastans in western literature are the Odyssey, The Golden Ass, The Arthurian Cycle, and the *Nibelungenlied*.

اُردو کی داستانی تنقید میں ایسے Ōدکم ہیں جنھوں نے داستانوں کی تفہیم کے لیے کسی Cدی مابعد الطبیعاتی Âم کو اپنا حوالہ بنا کر اپنے سفر کا آغاز کیا ہے۔اس سفر کی مبا*یت اور راہ کی K* ں جاننے سے پہلے مابعد الطبیعات کی اصطلاح کو سمجھنا ضروری ہے۔سہیل احمد خان نے داستانوں کو۔ # اپنے مطالعے کا مرکز بنایا تو اس وقت داستانی ادب کی ÃیC دوں پر تو دو ایک کتابیں لکھی گئی تھیں (میری مراد کلیم الدین احمد کی کتاب اردو زبان اور فن داستان گوئی اور Hان چند جین کی تصنیف اردو کی داستانیں 3 سے ہے)1عملی تنقید کے حوالے سے کوئی ایسا کام نہیں ہوا تھا جس میں کلیت کا احساس ہو۔ اس وقت (یہ اسّی کی دہائی کا آغاز تھا)داستانی ادب پر بڑا اعتراض یہ کیا جاتا تھا کہ صا # یہ تو حرکت اور عمل سے خالی کسی جناتی مخلوق کا پرچار کرتا ہوا ادب ہے۔ یہاں پر مابعد الطبیعاتی اصطلاح کو سمجھا جا سکتا ہے۔

مابعد الطبیعات ظاہر ہے طبیعات سے آگے کی چیز ہے۔طبیعات مادے کا علم ہے۔مادے کی بڑی خوبیوں میں حرکت بھی شامل ہے اور عمل بھی۔ اس حرکت اور عمل کا تقاضا کرنے والوں کو اپنے تقاضے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ مابعد الطبیعات سے مادی لوازمات کی تلاش کیوں کر، کر رہے ہیں۔شاید اس تلاش کی بھی ضرورت نہ پڑتی اگر فاضل معترضین آرائش محفل کے ہیرو حاتم کی ‡ گی کو ذہن میں رp ۔

جارج اسٹائنر نے فن کے *ش کی ایک مثال یہ دی ہے کہ اگر ہم نے سیزان کا بنایا ہوا ” L* یا اس کی تصویروں کی ”کرسی“ صحیح معنوں میں دیکھ لی ہے تو ” L* یا ”کرسی“ ہمارے لئے وہ نہیں رہیں گے جو پہلے تھے۔سہیل احمد خان کی داستانی تنقیدیں

,پڑھنے کے بعد آپ کو جن بھوت اس سیاق وسباق میں Ã نہیں آ N گے جس میں Ã آتے ہیں ۔

اس*.ت کو تسلیم کرنے میں کوئی+ امت نہیں ہونی چاہیے کہ یہ جنوں بھوتوں سے بھری ہوئی کہا* ں ہمارا تہذR حافظہ ہیں ۔ اس حافظے کی*.ژیفت کے حوالے سے انتظار حسین نے الف لیلہ,پ لکھتے ہوئے آج کے کہانی لکھنے والے کو یہ مشورہ ڈ*یا تھا کہ موجود اO رمیں اَ/ کوئی رابطے کا اہتمام مقصود ہے تو اپنے تہذR حافظے کو فراموش نہ کرے اور اَ/ تہذR حافظے کو کام میں لاؤ گے تو آج کے قاری سے مکالمہ ممکن ہے۔[۱]

سہیل احمد خان کی فکر بھی اسی تہذR حافظے کی*.ژیفت کرتی Ã آتی ہے ۔داستان کی تفہیم کے حوالے سے وہ کسی روائتی دانش کی تلاش میں سرَا/ داں Ã آتے ہیں ۔ اَ/ چہ اول اول .# انہوں نے داستانوں کو سمجھنا شروع کیا تو ان متون کی قفل کشائی کے لئے مغربی کلید کا استعمال کیا (میری مراد جوزف کیمپ بل اور مرسیا ایلیاد کے خیالات کے حوالے سے ہے) 1 ان کے پیر و مرشد محمد حسن عسکری نے خط لکھا کہ ان مطالعات میں مشرقی /روائتی دانش کی حامل کتابوں فصوص الحکم ،منطق الطیر ، تذکرہ غوثیہ ،فتوحات مکیہ ،کشف المحجوب کا مطالعہ کیا ہے اور یہ کہ مشرق کو جاننے کے لئے مغرب کا راستہ کتنا در ت ہے ؟ان استفہامیوں کا جواب اثبات میں نہ*,پ کر سہیل احمد خان نے اپنا مقالہ پھاڑ ڈ*یا ۔ اس مشورے کے بعد سہیل احمد خان نے محمد حسن عسکری کا بتا*یا ہوا راستہ اختیار کیا اور داستانوں کے بحر ذخار میں سیا # کے لئے مشرقی دانش کا سہارا لیا ۔فر+ الدین » رکی مثنوی منطق الطیر کو سامنے رکھا اور حاتم کو دیئے جانے والے سات سوالوں اور سلوک کی سات منازل کے متوازی رکھ کر داستانی ادب کی تفہیم میں ای- حیرت انگیز سفر کی C یدرکھی ۔اس سے ای- *.ت کھل کر سامنے آئی کہ داستانی ادب اپنے مفاہیم کے اعتبار سے وہ کچھ نہیں جو ہم سمجھتے ہیں اس کی د* لامحدود ہے ۔[۲]

یہ لامحدود د* کیا ہے؟ اتنا سیدھا سوال نہیں ۔اس کے جواب کے تلاش میں گھاٹ گھاٹ کا* پنی C,پ*ٹ ہے ۔داستانی متون کو مشرقی دانش کے تناظر میں دیکھنا,پ*ٹ ہے ۔سہیل احمد خان نے داستان کی اکہری تعبیریں نہیں کیں بلکہ متنی سیاق وسباق میں مشرقی اصطلاحات کو متوازی ر p ہوئے دانش کے ای- ,.ڑے دھارے سے تخاطب کو ممکن بنانے کی سعی کی ہے ۔یو*نی، جو اپنی بصیرت کے حوالے سے معروف ہیں بکھری ہوئی کائنات کو chaos سے تعبیر کرتے ہیں اور اس اO رکو سمیٹنے اور کوئی ای- ò دینے کے عمل کو kosmos کہتے ہیں ۔ان اصطلاحات کا اطلاق سہیل احمد خان کی داستانی تنقیدوں,پ ہو*ٹ ہے جنہوں نے داستان کی اتنی بکھری ہوئی د* کو فکری سمت دی۔اس سمت ú ئی میں ای- طرف مولا* روم ،فر+ الدین » ر،غوث علی شاہ قلندر،عبدالکریم الجیلی ،خواجہ بندہ نواز گیسودراز ،محمد ارکون،اشرف علی تھانوی کے*م اور دوسری طرف مشرقی دانش سے دلچسپی ر p والے علماء رینے گینوں،فرتھ جوف شواں ٹیٹس,.ک ہاٹ ،میری لو*ون فرا*، ہنری کوربیں ، جوزف کیمپ بل ،مرسیا ایلیاد،لیوس ممفورڈ اور مشرقی دانش سے دلجوئی ر p والوں کا مر. حسین 3/4 کی کتاب ''The Encounter of Man and Nature'' کو اپنے مطالعات کا مرا/ بتا*یا ہے ۔سہیل احمد خان نے طلسم، ہیرو اور تبد~ قا. کو اپنے مطالعے کی کلید کے طور,پ متعارف کروا*یا ہے۔طلسم کی رائج اور مضحکہ خیز تعبیروں سے ہٹ کر اسے اÑ وآفاق کی ہم آمیزی کا سمت ú دکھا*یا ہے ۔طلسم کو ای- ,.ڑے کو*تی عمل میں رکھ کر د* کو سمجھنے کی کوشش کی ہے ۔اس کوشش میں مشرقی دانش کے اشترا کی عناصر کی سمت ú ئی بھی کی ہے اور بتا*یا ہے کہ کس طرح منطق الطیر میں سیمرغ اور طلسم اجرام واجسام میں مرغ اسرار کی تلاش کو تصوف کے,.ڑے دھارے میں اشترا کی عناصر کے طور,پ دکھا*یا ہے ۔سہیل احمد خان نے à شکوہ*.دی کی طلسم گوہر*.ر کے طلسم میں طلسم کشا کو بچے کے روپ میں دکھانے کے عمل کو ابن عربی کی فصوص الحکم میں بچپن کی تعبیروں سے جوڑا ہے اور بتا*یا ہے کہ بچہ کس طرح کائناتی اسرار کو اپنے*.طن میں جگہ دے کر ان کی تسخیر کر*ٹ ہے۔

داستانی تنقید کے اس مطالعے کے دوران یہ رمز دھیان میں رہنی چاہیے کہ سہیل احمد خان کے داستانی مطالعات کا مرا/ داستانوں کی علامتی کائنات ہے ۔اُردو داستانوں,پ تنقیدی اعتبار سے .# سید وقار عظیم*یا کلیم الدین احمد نے قلم اٹھا*یا تو ان کے پیش Ã جو تنقیدی معیارات تھے وہ فکشن سے متعلق تھے اور ان میں داستانی فضا کی تفہیم کے لئے افسانے اور*ول کی فضا کو سامنے رکھ کر

{ ئج کا استخراج کیاHِ تھا۔سہیل احمد خان کی تخصیص یہ ہے کہ انہوں نے داستانی ادب کو خالصتا ا- علیحدہ ادبی صنف کے طور,ِ
رکھ کر اس کی معنوی جہات سے روشناس کرؤ ِ ۔ انہوں نے یہ احساس دلاؤ ِ کہ بلاشبہ داستا 3 اپنی اکہری سطح,ِ رزم و,.م کے
مرقعوں ،جنس کے چٹخارے اور تخیل کی اڑانوں کے ساتھ ساتھ اپنے* طن میں گہری رمزی فضا لئے ہوئے ہیں ۔یہ فضا,ِ .M Ñ
سے متعلق ہے ۔اس,ِ .M Ñ کے فکری سوتوں کی تلاش میں سہیل احمد خان مشرقی ومغربی ما: کی کائنات کا پتہ* پ نی کر دیتے ہیں
۔اپنے ودیعت کردہ ِ Đ اور منطقی ذہن کے طفیل وہ داستانی متون کو حشو و زو# سے* پ ک کرتے ہوئے ا- راستہ بناتے جاتے
ہیں ایسا راستہ ،جو داستانی عجائبات میں سیا # کا وسیلہ بن جا* ہے۔

ان عجائبات کو جو کہ ہمارا تہذR حافظہ تھے ،ہم -- پہنچنے میں پتا نہیں کتنے مصا$ جھیلنا,ِ ڑے ۔یہ ا- الگ کہانی ہے جس
کی مباؤ*ِ ت دلچسپ اور حیرت انگیز ہیں۔اٹھارویں صدی میں اَ ,. صغیر کے طباعتی Âم کو دیکھا جائے تو چھاپے خانے اتنے عام
نہیں تھے ۔انیسویں صدی میں . # کتب کو اشا (کا منہ دیکھنا نصیب ہوا تو مختصر قصوں کو بھی اشا (کا منہ دیکھنا نصیب ہوا۔یہ
قصے* .غ و بہار،ارائش محفل (قصہ حاتم طائی)مذہب عشق (قصہ گل بکاؤلی)فسانہ عجائب وغیرہ چھپے لیکن طویل
داستانوں کو شائع نہیں کیاHِ حالاں کہ انیسویں صدی کے نصف اول میں بھی,.ڑے* پ ئے کے داستان گو موجود تھے ۔

لکھنو میں مطبع نولکشور کا قیام انقلاب آفریں* .$ ہوا۔مطبع نے داستان امیر حمزہ کو چھیالیس ضخیم جلدوں میں شائع کر
ڈالا۔اس طرح جو داستان گو تھے وہ داستان نویس بن گئے ۔اس کا,.ڑا فا# ہ یہ ہوا کہ جو داستا 3 وہ سناتے تھے وہ چھپ کر محفوظ ہو
گئیں۔''بوستان خیال '' ا- اور داستانی سلسلہ ہے جو انیسویں صدی میں شائع ہو* رہا ۔افسوس یہ ہے کہ نولکشور نے صرف
تین داستان گووں کا کام شائع کیا اور دوسروں کوÃ # از کرؤ ِ ۔بہت سی داستا 3 مختلف کتب خانوں میں آج بھی موجود ہیں۔ان
کا . سے,.ڑا ذخیرہ سابق ؤ ِ - رام پور (بھارت) میں ہے ۔ان غیر مطبوعہ داستانوں کا تنقیدی* ِ تحقیقی جا,ئزہ e* ِ ان کو
مدون کر کے شائع کرانے,ِ آج -- توجہ نہیں دی گئی۔

انیسویں صدی کا نصف آ,خ گؤ* ِ داستانوں کا سنہرا دور تھا۔داستان امیر حمزہ (۱۸۵۰سے ۱۹۱۷) اور بوستان خیال
کے طویل آ ں کی اشا (اس امر کی پختہ دلیل تھی کہ ان کے قارM ,. صغیر میں,.ڑی تعداد میں موجود تھے۔ بیسویں صدی کے
ساتھ ہی داستان کی صنف کا زوال شروع ہوHِ ۔ داستان گو اور داستان نویس تو موجود تھے لیکن ان کا لکھا شائع نہ ہو سکا ۔خود دہلی
میں میر* . قر علی موجود تھے لیکن کسی نے میر* . قر علی سے داستان لکھوا کر شائع کرنے کی زحمت نہ کی ۔

مغرب سے مرعو.M کی ابتدا تو ۱۸۵۷ء میں . و جہد آزادی کی* کامی کے ساتھ ہی ہو گئی تھی۔ . سے پہلے مروج اردو
شاعری,ِ نکتہ چینی ہوئی اور اسے فرسودہ ,ِ از تکرار اور غیر حقیقی شے قرار ؤ* ِ Hِ ۔داستانوں,ِ اس قدر سختی سے تنقید نہیں ہوئی۔اس کا
L یہ تھا کہ شاعر کو اہم سمجھا جا* تھا، داستانوں کو بہت سے لوگ ادب کا حصہ بھی قرار دینے کے لئے تیار نہ تھے ۔بیسویں صدی
میں د* تیزی سے+ لی ۔پہلی عالمی .B کے آشوب کے بعد روسی انقلاب کے نتیجے میں یہ تصور عام ہوHِ کہ ادب سے معاشرے
کو+ لنے اور انقلاب کی راہ ہموار کرنے کا کام کیا جا* چاہیے ۔اس کے لئے /ڑی حقیقت پسندی کو ضروری سمجھاHِ ۔,ِ انے قصوں
اور داستانوں کو رجعت پسند معاشرے اور طبقہ امراء کا دل بہلاوا سمجھ کر اَ دن زدنی ٹھیر* ِ Hِ ۔داستانوں,ِ الزام لگا کہ وہ فرضی
واقعات ,ِ مشتمل ہوتی ہیں ۔پلاٹ کا کوئی واضح تصور نہیں رکھتیں ،کردار - رخے اور اکہرے ہوتے ہیں اور کبھی+ لتے نہیں
۔طوا - اور فضول تکرار بہت ہے اور جہاں -- افادی$ کا تعلق ہے تو داستان سے اس کو کوئی سروکار نہیں ہو* ۔,ِ قی پسند ادب کی
تحر- کی مقبولیت نے جس کے,ذ د- ادب کا واقعیت پسند اور افادی$ پسند ہو* لازمی تھا ، داستانوں کو ادب کے دا,ئرے سے
تقریبا* . ہر دھکیل ؤ ِ ۔

بیسویں صدی کے نصف آ,خ میں بعض Õ دوں کو احساس ہوا کہ اردو کا داستانی سرمایہ نہ صرف ادب کا حصہ ہے بلکہ ادبی
اہمیت کا حامل بھی ہے اسے بے دردی سے Ã # از کیا جا* ,.ڑی جہا - ہوگا۔ . سے پہلے کلیم الدین احمد نے داستانوں کے دفاع

میں ایک پُر مغز کتاب لکھی ۔ اس کے بعد محمد حسن عسکری نے طلسم ہوش رُبا سے ایک مختصر انتخاب شائع کیا ۔اس انتخاب سے یہ دکھانا مقصود تھا کہ داستان کو محض خیالی دنیا کی تشکیل نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے اردگرد کی حقیقی دنیا کو بھی بڑی باریکی سے دیکھا تھا۔ ۳

اس کے بعد رفتہ رفتہ داستانوں سے جو بے پروائی برتی جاتی تھی وہ کم ہوتی گئی خود ترقی پسند تحریک بھی کمزور پڑ چکی تھی ۔ اور ادب کی تفہیم کے نئے زاویے سامنے آنے شروع ہو گئے ۔اس میں داستانی ادب کا اپنے پڑھنے والوں پر بڑا قرض تھا جس کی ادائیگی مضامین کی صورت میں سامنے آرہی تھی ۔محمد سلیم الرحمٰن نے بیتال پچیسی پر ہائینرخ سیمر کے مضمون کا ترجمہ ''شرپر روح کی فتح'' ۴ کے عنوان سے کیا ۔محمد حسن عسکری ،شمیم احمد ،شمیم حنفی ،عزیز احمد ،جیلانی کامران ،انتظار حسین ،محمد کاظم ،مظفر علی سید نے مضامین کی صورت میں داستانوں کو اپنی تنقید کا مرکز بنایا ۔ داستانی ادب پر سب سے زیادہ تنقیدی توجہ شمس الرحمٰن فاروقی نے کی۔ داستانی مطالعات سے متعلق ان کی چار جلدوں پر مشتمل کتاب ساحری، شاہی، صاحبقرانی، داستانی تنقید میں ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔

سہیل احمد خاں نے ان تمام ناقدین سے ہٹ کر اپنے لئے ایک علاحدہ راستہ چنا۔ایسا راستہ جس کی K¶ *ں وہ خود ہی جا... تھے ۔ ایسا نہیں کہ انہوں نے اپنے پیشروں کے کام کو دیکھا نہ ہو۔سہیل احمد نے نہ صرف یہ مضامین پڑھے بلکہ بعض Ōدوں کے مضامین پر اپنی رائے بھی ظاہر کی ۔ایک مضمون ،جو جیلانی کامران نے لکھا تھا اور سہیل احمد خان نے اس کی تعریف بھی کی 1 جہاں پر جیلانی کامران .±. $ کا شکار ہوئے اس مقام کے متعلق بھی بتایا کہ وہ مذہب عشق میں *تاج الملوک کے عورت ŴV کو جنس سے آزادی اور حبشی کے روپ میں آنے کو رَ- اور ± کی قید سے چھٹکارا قرار دیتے ہیں ۔سہیل احمد خان نے ان خیالات کا متنی سیاق و سباق تلاش کیا اور بتایا کہ *تاج الملوک ان اعمال کو اپنے لئے *. (+ امت قرار دیتا ہے اور جو عمل *. (شرمندگی ٹھہرے اس کا احساس تفا ٘ سے نہیں جوڑا جاسکتا ۔

سہیل احمد خان نے *کا یہ کلپ کو دانش کے بڑے سوتوں کے ساتھ جوڑا اور اس کی جڑیں وجودی معا5ت سے جوڑیں ۔داستانی ادب کی *کا یہ کلپ کے اثرات کافکا،آئینسکو اور اردو ادب میں انتظار حسین کی دو کہانیوں آخری آدمی اور *کا یہ کلپ سے تلاش کیے ۔ہیرو کے حوالے سے ایک علاحدہ # ازĀ *ی۔سہیل احمد خان نے جوزف کیمل کی کتاب ''*A hero with a thousand faces*'' کو متوازی رکھ کر کی ہیرو کی معنویت $ پر روشنی ڈالی ۔

یہ تنقید درج *.لا کتابوں کے خلاصے نہیں بلکہ ان کا پورا متنی سیاق و سباق موجود ہے جس کی وضا # حواشی میں Ā آتی ہے۔سہیل احمد خان کے ہاں مشرقی اور مغربی حوالے اپنے *.طن میں ایک گہری رمزی د* لئے ہوئے ہیں ۔1 ضرورت اسے جاننے کی ہے۔اپنی آنکھوں سے تعصب کا چھلکا *+ رکر متن کے ساتھ رشتہ قائم کرنے کی ہے

آج میں ایک *.ت کہ ٹھیک ہے مغرب کا تخلیقی و تنقیدی سرمایہ عروج پر ہے لیکن مشرقی لوگوں کے لئے ایک *.ت وجہ افتخار رہے گی کہ موسیوں گلاں اگر الف لیلہ کا ترجمہ نہ کرتا تو شاید مغرب میں *ٹلکین ،ہیری پوٹر اور شرلک ہومز کے *ول اس قدر شہرت حاصل نہ کر *پاتے ۔ ضرورت اس *.ت کی ہے کہ داستان امیر حمزہ ،بوستان خیال اور الف لیلہ کو ہم اپنے مطالعات کا مرکز بنا N ۔چھوٹے قصے جن میں طلسم فصا # طلسم حیرت،گلشن جاں فزا ، فسانۂ دل فریب $ گلشن نوبہار اور پتا نہیں کتنے قصے *.رہ اشا (کے منتظر ہیں انہیں چھاپیں یہی ڈاکٹر سہیل احمد خان کی خواہش تھی اور یہی عمل خیر کا تسلسل ہے۔

حوالے

۱ انتظار حسین، (س ن) علامتوں کا زوال، لاہور: سنگ میل Å X

۲ سہیل احمد خاں، مجموعۂ سہیل احمد خاں، لاہور: سنگ میل Å X ،۲۰۰۹ء

۳ محمد حسن عسکری، انتخابِ طلسم ہوش ربا، لاہور: مکتبۂ .±. س ن

۴ محمد سلیم الرحمٰن، شرپر روح کی فتح، مشمولہ، داستان درد داستاں، سہیل احمد خاں (مرتب $) ،لاہور: قوسین، ۱۹۸۷ء